

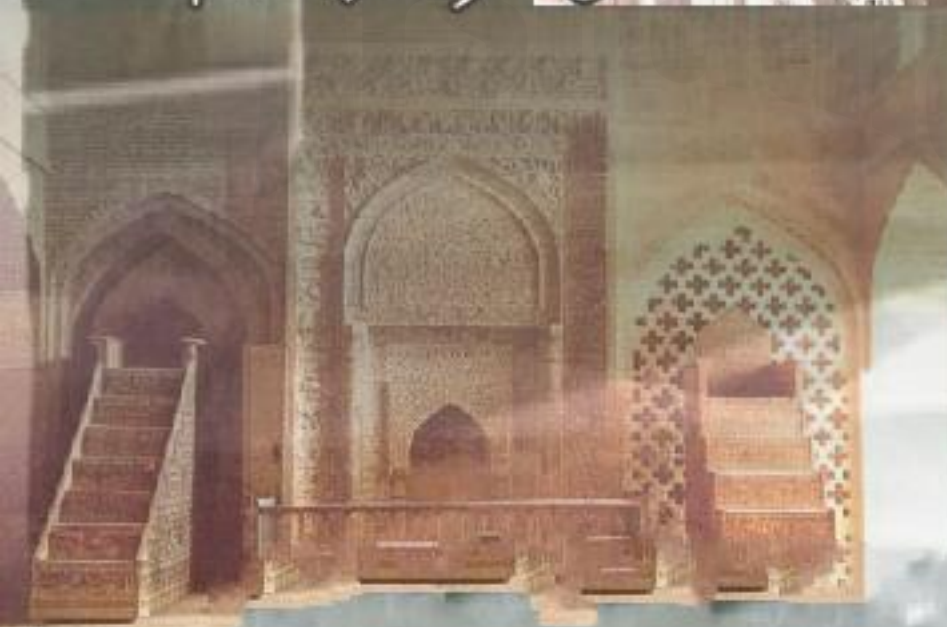
تعریف حاکم کیلئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی  
اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

# مرقاۃ الجمان فی المہبوط عن منبر لمدح سلطان

۱۳۲۰ھ

تصنیف لطیف :-

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا



# مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان

(تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

مسئلہ ۱۳۲۹ از احمد آباد گجرات محلہ چکلا کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب  
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کون سا جواب اسٹی بالقبول ہے ؟  
سوال : علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبہ ثانی  
میں منبر سے ایک سیڑھی اترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں ؟ بدینوا بسند الکتاب و  
توجدوا فی یوم الحساب۔

الجواب ہوا الصواب : صورت مسئلہ میں خطیب کو سیڑھی اترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے  
جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۸۶۰ میں مذکور ہے :

ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے  
کہ یہ جو عادت بنائی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت  
منبر کی ٹپکی سیڑھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیڑھی پر

قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم  
ان ما اعتيد الان من النزول في الخطبة  
الثانية الى درجة سفلى ثم العود بدعة قبيحة

شنیعہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
 محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ المجیب مصیب عند اللہ عبد الرحمن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اللهم ارنا الحق وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔  
 اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان اور رحم والا ہے، اے اللہ! ہمیں حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (ت)

مجیب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے،

ان المسئلة الواقعة متى امکن تخريجها على قول من الاقوال في مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر يجب انكاره والنهي عنه وانما المنكر ما وقع الاجماع على حرمة والنهي عنه خصوصا انهي مختصرا۔  
 یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اُس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اُس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ ایسا منکر کیلئے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصر (ت)

اب اہل انصاف بغیر ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نو لکشر میں تحریر فرماتے ہیں،  
 میدانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سرفرو آمدہ می خوانند و جہش چیست اس تواضع است کہ سلاطین عظام نسبت باں سرفرو و بخلفائے راشدین علیہم الصلوٰت والتسلیم نموده اند و جائز نہ داشته اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ نہ گور شود شکر اللہ سعیدہم انتہی۔

علامہ حسین کا شفی مولف تفسیر حسینی اپنی کتاب "ترغیب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں،

۶۰۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الجمعة	۱۰ رد المحتار
۳۰۹/۲	مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	النوع الثالث الثلاثون	۱۱ طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ
۱۶۲/۲	مطبوعہ نو لکشر لکھنؤ	مکتوبہ نود و دوم	۱۲ مکتوبات امام ربانی

اذان پایہ منبر کہ حمد و ثناء و درود گفتہ و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتہی۔

مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین آل سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں کھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسمی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری اُن نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور مطلب عبارت ”ترغیب الصلوٰۃ“ کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلوم پر حمد و ثناء و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے۔

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اُترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اُترنا جاری ہوا ہے اب جو علماء اس کو بدعت قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور مانحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اُترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اُس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اُترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحتاً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا و ورنہ خسرط الاقتصاد (جگہ اس کے آگے مضبوط رکاوٹ ہے۔ ت) اور جو علماء اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے :

قال الشافعي رحمه الله تعالى ما احدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلك فليس بهن مؤمدا انتهى۔

یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلاثہ مشہورہ اثنی واجبہ، مندوبہ و مباحہ ہیں ان میں سے ایک میں داخل ہے۔

اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔ جب ان اادلہ مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول "وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلك فليس بهن مؤمدا" (جو ایسی نیکی ایجاد کی جائے جو مذکورہ اشیاء، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ اور اجماع امت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔ ت) میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہو گیا، عاقل منصف کے لئے اشارہ کافی ہے،

هذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ جبل مجدہ  
اتم و احکم۔

یہ میرے نزدیک ہے اور اللہ سب سے خوب جانتے والا ہے اور اس کا علم اتم اور کامل ہے۔ (ت)

حرره الفقیر الی ربہ القدیم عبد الرحیم عفی عنہ  
الحمد لله المتزل القرآن المبين : على  
عارج معارج التقريب المكين صلى الله تعالى  
عليه وآله وصحبه اجمعين : اليه يصعد  
الكلم الطيب والحمد لله رب العلمين :

سب تعریف اللہ کے لئے جس نے قرآن مہین اس ذات اقدس پر نازل فرمایا جو لامکان کی بلندوں پر فائز ہوئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین، اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوئے ہیں، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

## الجواب

**اقول** وبالله التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو بدعتِ شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکمِ اللہ و رسولِ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکمِ مسلمانوں پر۔ اللہ و رسولِ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعلِ ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرمادیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہ گار و مستحقِ عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسولِ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی و محبت سے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دوائی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلون۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد و گواہی ہے، یا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (ت)

کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولی اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قولِ مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علاقے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحت بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے وَلَیَّ حَادِّثَہَا مَن تَوَلَّی قَادَّہَا (معاہدہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کر دو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے بُرا پہلو بھی اسی کے سپرد کر دو یا جو نفع اٹھاتا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہل عرب کے نزدیک گرم چیز بُری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے، حادِّث العمل سخت اور کٹھن کام، اور قادِّث العمل آسان کام۔ ت) اگر ایسا تا کوئی اُسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ سابقہ اساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول و صعود و ممنوع یا بدعتِ شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ تمیز ہے منقول فی المذہب ہونا و رد کرنا اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا، مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحت کسی کلیۃً نا مخصوصۃً مذہب کے



تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھنٹی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیہ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہو کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اسے کسی کلیہ مذہب کے نیچے بھی صراحتاً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجو و بحث بعضہم (ابن حجر نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضہم (کم از کم۔ ت) کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں، خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ و اشعار کی بجائے تصریح کی، درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا: **ص**  
**واعتاقہ بعض الاثمۃ ینکروہ**  
**(بعض ائمہ کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)**

اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا:

مفہوم قولہ بعض الاثمۃ ینکروہ انہ یجوزہ  
 اکثرہم ولم ینقل ذلک الخ  
 بکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، درمختار کتاب الغصب میں تھا،  
 اختار بعضہم الفتویٰ علی قول النکح فی  
 نہ ماننا ینکح  
 ہمارے زمانے میں بعض نے امام کرخی کے قول پر  
 فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

شامی نے کہا،

هذا من کلام الزلیعی اقی بہ لا شعار هذا  
 التعبیر بعد عدم اعتمادہ (ملخصاً)  
 یہ امام زیلعی کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر رہی ہے  
 کہ یہ معتد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

۲۶۴/۲	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب النسیہ	لہ درمختار
۳۳۹/۵	مصطفیٰ البابا مصر	"	لہ ردالمحتار
۲۰۶/۲	مطبوعہ مجتہاتی دہلی	کتاب الغصب	لہ درمختار
۱۳۳/۵	مصطفیٰ البابا مصر	"	لہ ردالمحتار

در مختار فصل صفة الصلوة میں تھا :

لو بقی حرف او کلمة خاتمه حال الانحناء  
لا باس به عند البعض منية المصلي  
اگر ایک حرف یا کلمہ رہ گیا تھا جو نماز میں چمکنے کی حالت  
میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج  
نہیں، غیۃ المصلی - (ت)

شامی نے لکھا :

قوله لا باس به عند البعض اشار بهذا  
الى ان هذا القول خلاف المعتقد الخ  
قوله "بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں" اس بات  
کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتد کے خلاف  
ہے الخ (ت)

اس تقریر میرے بھراؤ اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس دعوے  
جو ہم حکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث،  
اقول اولاً وہ بعض مجہول میں اور مجہول الحال کی بحث مجہول المآخذ کیا قابل استناد بھی نہیں، ایسی  
ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے :

قول المعراج س آیت فی موضع الخ لایکفی  
في النقل لجهالة  
صاحب معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ  
ان کے عدم علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں (ت)

ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور متقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں ہوں  
نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر ان کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد و هو  
باطل اجماعاً (ورنہ یہ مقلد کی تقلید ہو جائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے - ت)

ثالثاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں،

اگر کیے حادث ہے اقول مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع، نہ اس کی حجیت، علامہ شامی نے امام  
ابن حجر نے ان بعض کسی کو تسلیم - ردالمحتار میں ہے :

صاحب بدعت ای محرمۃ والا فقد تكون  
صاحب بدعت محرم ہو گا ورنہ کبھی بدعت واجبہ

۴۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	واذا ارد الشروع فی الصلوة	۱۰ در مختار
۳۶۳/۱	مصطفیٰ البابی مصر	" " "	۱۰ ردالمحتار
۳۳۹/۲	" " "	کتاب النکاح، باب الولی	۱۰ "



واجبة كغصب الادلة للرد على اهل الفرق  
الضالة وتعلم الفحو المفهم للكتاب والسنة  
ومندوبة كاحداث نحوس باط ومدرسة و  
كل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكرهه  
كوخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذينة  
المأكل والمشرب والثياب كما في شرح  
الجامع الصغير للمناوي عن تهيذيب النووي  
ومثله في الطريقة المحمدية للبركوي.

ہوتی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کے لئے دلائل  
قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو کتاب وسنت کی تفہیم کے لئے  
ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور  
مدرسہ اور ہر وہ نیکی کا کام جو پہلے دور میں نہ تھا اور کبھی  
مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی  
جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا  
جیسا کہ امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب  
نوی سے بیان کیا، اور برکوی کی طریقہ محمدیہ میں بھی  
اسی طرح ہے۔ (ت)

امام ابن حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں :

الحاصل ان البدعة الحسنة متفق على ندبها  
وعمل المولى واجتماع الناس له كذلك.

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم  
کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں  
کا اجتماع بھی بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ت)

خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعت مستلزم قبح و شاعت نہیں معنی ایوں  
تو وہ محل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص  
کلام کی وجہ نہ تھی، اسی رد المحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز :

ثم يدعوا لسلطان الزمان بالعدل والاحسان  
متجنباً في مدحه عما قالوا انه كفر و  
خسران كما في الترغيب وغيره.

پھر بادشاہ وقت کے لئے یہ دعا کی جائے کہ اللہ  
تعالیٰ اسے عدل و احسان کی توفیق دے لیکن  
بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ  
علمائے کبار نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسار ہے جیسا کہ  
ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)

فرمایا :

اشار الشارح بقوله يجوز الى حمل قوله شارح نے "یہ جائز ہے" کہہ کر اس طرف اشارہ

لہ رد المحتار باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۱۴/۱

لہ فتح المبین

باب الجمعة

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

۵۹۹/۱

لہ رد المحتار

ثُمَّ يَدْعُو عَلَى الْجَوَازِ لَا النَّدْبَ لِأَنَّهُ حَكْمٌ  
شَرْعِي لَا يَبْدُلُهُ مِنْ دَلِيلٍ وَقَدْ قَالَ فِي الْبَحْرِ  
أَنَّهُ لَا يَسْتَحِبُّ لِمَا رَوَى عَنْ عَطَاءٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ حِينَ سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّهُ مُحَدَّثٌ  
وَأَنَّكَ أَنْتَ الْخُطْبَةُ تَذَكِيرًا وَلَا مَنَاعٍ  
مِنْ اسْتِحْبَابِهِ فِيهَا كَمَا يَدْعَى لِعُمُومِ الْمُسْلِمِينَ  
فَإِنْ فِي صَلَاحِهِ صَلَاحُ الْعَالَمِ وَمَا فِي الْبَحْرِ  
مَنْ أَنَّهُ مُحَدَّثٌ لِإِسْنَادِهِ فَإِنَّ سُلْطَانَ هَذَا  
الزَّمَانِ أَحْوَجُ إِلَى الدُّعَاءِ لَهُ وَلَا مَرَأَةَ  
بِالْصَّلَاحِ وَالنُّصْرَةِ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَقَدْ تَكُونُ  
الْبِدْعَةُ وَاجِبَةً أَوْ مَنُودَةً أَوْ مَخْتَصَرَةً.

کیا ہے کہ ”پھر دُعا کرے“ کے الفاظ جواز پر محمول  
ہیں ندب پر نہیں کیونکہ ندب حکم شرعی ہے اس  
کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے، اور بجز میں ہے  
کہ یہ مستحب نہیں کیونکہ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ  
عند سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس بارے  
میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ نئی ایجاد ہے اور خطبہ تو محض  
نصیحت کے لئے ہوتا ہے اور خطبہ میں سلطان کے لئے  
دُعا کے مستحب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں جیسے کہ  
تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دعا کی جاتی ہے کیونکہ  
سلطان کی اصلاح تمام جہان کی اصلاح ہوتی ہے  
اور جو بجز میں ہے کہ یہ نئی چیز ہے وہ اس کے منافی نہیں  
کیونکہ اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دُعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دشمن پر  
غالب آئے اور بعض اوقات بدعت واجب یا مندوب ہوتی ہے اور مختصر (د)

اگر کئے زیادت علی السنۃ ہے اقول یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عین کریمین و بتول زہرا و یحییٰ و عیسیٰ  
مصطفیٰ و ستہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و بارک وسلم  
سب زیادت علی سنۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہریں گے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتبار اعتقاد سنت ہو  
ورنہ باعتبار اباحت یا ندب زیادت نہیں۔ در مختار بیان سنن الوضوء میں ہے:

لَوْ زَادَ لَطَمَانِيْنَةَ الْقَلْبِ أَوْ لِقَصْدِ الْوُضُوءِ عَلَى  
الْوُضُوءِ لَا بَأْسَ بِهِ وَحَدِيثٌ فَقَدْ تَعَدَّى  
مَحْمُولٌ عَلَى الْأَعْتِقَادِ.

اگر کسی نے (تین سے) زائد بار اعضاء کو دھویا اور مقصد  
اطمینان قلب یا وضو پر وضو تھا تو اس میں کوئی حرج  
نہیں، باقی فرمان نبوی ”ایسا کرنے والے نے نیا دتی  
ک“ اعتقاد (کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا) پر  
محمول ہے۔ (د)

اسی رد المحتار میں بذائع امام ملک العلماء سے ہے :

الصحيح انه محمول على الاعتقاد دون  
نفس الفعل حتى لو زاد ونقص واعتقد ان  
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفس فعل پر نہیں  
حتیٰ کہ اگر کسی نے اضافہ کر لیا یا کمی کی مگر عقیدہ یہ تھا  
کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق  
نہ ہوگی۔ (د ت)

خود علامہ شامی فرماتے ہیں :

اقول قد تقدم ان المتهى عنه في حديث  
قد تعدى محمول على الاعتقاد عندنا كما  
صرح به في الهداية وغيره وقال في البدائع  
انه الصحيح حتى لو زاد ونقص واعتقد ان  
الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد (ان قال)  
ان من اسرف في الوضوء بماء النهر مثلاً  
مع عدم اعتقاد سنة ذلك فظير من ملاء  
اناء من النهر ثم افرغه فيد وليس في ذلك  
معدور سوى انه عيب لا فائدة فيه وهو  
في الوضوء نرائد على المأمور به فلذا سمى  
في الحديث اسرافاً قال في القاموس الاسراف  
التبذير او ما انفق في غير طاعة ولا يلزم  
من كونه نرائداً على المأمور به وغير طاعة  
ان يكون حراماً نعم اذا اعتقد سنيته يكون  
قد تعدى وظلم لا اعتقاده ما ليس بقربة  
قربة فاذا حمل علماً ونا النهي على ذلك

میں کہتا ہوں کہ پہلے گزر کہ ہمارے نزدیک فرمان نبوی  
”اس نے زیادتی کی“ میں منوع اعتقاد ہے جیسا  
کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے ، اور بذائع میں ہے کہ  
صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی اور اعتقاد  
یہ رکھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گنہگار نہ ہوگا  
(آگے چل کر کہا کہ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے  
ہوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سنت ہونے کا  
اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہی ہے جس نے  
نہر سے برتن بھرا پھر اس میں واپس ڈال دیا ، تو اس  
میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل عبث  
ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مأمور بہ وضو میں زائد  
شیء ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا  
نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف ، فضول خرچی  
یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ  
ہو ، مأمور بہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ  
خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ

اگر کئے اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولاً وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعتِ قبیلہ شنیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہئے کہ علماء کبھی کبھی اُسے بھی ترک کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، اسے ناجائز و بدعتِ قبیلہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر غفر المولی القدر نے اپنی کتاب **سراشقة الکلام** حاشیہ اذاقة الاتام میں اس کی بکثرت تصریحات امر دین و علمائے معتدین خفیہ و شافعیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں، اسی ردالمحتار میں فتح القدر سے ہے:

مقتضى الدلیل عدم المداومة لا المداومة  
على الترك فان لزوم الايهام يتغنى بالتترك  
احيانا اھ باختصار  
دلیل کا تعاضاً عدم مداومت ہے نہ کہ ترک پر مداومت  
کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم و واجب ہونے  
کی نفی ہو جاتی ہے اھ باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل جمیب دوم سلمہ نے بروجر کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور توہم عبث زائل ہو گیا۔

**وانا اقول** وبالله التوفیق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مهم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصل پتا نہیں رہتا ہے غلطی میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعائر سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکہ و خطبہ جاری ہے، سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے موردِ عتاب ہوگا، مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بعد رائیشہ فتنہ موکہ بلکہ واجب تک مقرر ہوتا ہے، اسی ردالمحتار میں اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے:

وايضاً فان الدعاء للسلطان على المنابر  
قد صار الآن من شعار السلطنة فمن تركه  
يخشى عليه ولذا قال بعض العلماء لو قيل  
ان الدعاء له واجب لماف تركه  
سلطان کے لئے منبر پر دعا کرنا بھی اب سلطنت کے  
شعار میں سے ہو گیا ہے، جو اسے ترک کرے گا  
اس پر نقصان کا خدشہ ہے، اس لئے بعض علماء  
نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُعْد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے

من الفتنة غالباً لم بعد كما قيل به في  
قيام الناس بعضهم لبعض

کہ سلطان کے لئے دُعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے  
ترک پر غالباً فتنہ اُٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ  
بعض لوگوں کے بعض کے لئے قیام کے بارے میں  
کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صد ہا سال سے اکثر سلاطینِ زمانِ فساد ہیں اس کا فتنی اور کچھ نہ ہو تو حدودِ شرعیہ یک تخت  
اُٹھا دینا اور خلافتِ شریعتِ مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جُرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے، اسی ردالمحتار احسن  
کتاب الاشریہ میں سیدی عارف باللہ عبد القی نابسبی قدس سرہ القدسی سے ہے:

قد قالوا من قال لسلطان من ماتنا علماء نے منہ مایا جو ہمارے دور کے سلطان  
عادل کفر ہے

اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یوں ہی اگر نام بے کلمات مدح  
و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجبِ افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتز له  
العرش <sup>۱</sup> رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم  
الغیبة و ابو یعلی فی مسنده و  
البیہقی فی شعب الایمان عن انس بن  
مالک و ایمن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عزوجل غضب  
فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے۔  
اسے امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبة، ابو یعلیٰ نے  
مسند ابی ہریرۃ نے شعب الایمان میں حضرت انس بن  
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عدی نے الکامل  
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا ہے۔

خطبہ رجب کہ مجبوراً اس میں مبتلا ہوئے ان بندگانِ خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علیحدہ بھی کر دیں  
کہ نفسِ عبادت اسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جُدائی بھی معلوم ہو کہ آتشِ فتنہ مشتعل نہ رہے اس

کے لئے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کر کے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فائدہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گو یا سب الفاظ دفعۃً واحدهً معاً صادر ہوئے۔

وعن هذا يتم ارتباط الایجاب بالقبول  
اذا الحق فی المجلس والا فی الایجاب انما  
كان لفظاً صدر فعدم و القبول لم يوجد بعد  
واذا وجد لم يكن الایجاب موجوداً او الموجد  
لا يرتبط بالمعدوم كما افاده فی الهدایة  
وغیرها۔

اور اس سے ایجاب کا قبول سے ربط نام ہوگا بشرطیکہ  
وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً صادر  
ہوا اور ابھی تک قبول معرض وجود میں نہیں آیا  
اور جب وہ معرض وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا  
اور موجود کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہو سکتا،  
ہدایہ وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زیرِ زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ  
پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اُس کے قطع ہی کے لئے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع، تبدل مجلس  
انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیل  
مجلس گنا ہے۔ اسی رد المحتار میں ہے :

لعل وجهه ان الانتقال من غصن الى  
غصن والتسدية ونحو ذلك اعمال اجنبية  
كثيراً يختلف بها المجلس حکماً كالکلام  
والا کلاً الكثير لما مر من ان المجلس  
او البيت يختلف حکماً بمباشرة عمل  
يعد فی العرف قطعاً لما قبله ولا شك ان  
هذه الافعال كذلك وان كانت فی  
المسجد او البيت بل يختلف بها حقيقة  
لان المسجد مکان واحد حکماً وبهذه  
الافعال المشتملة على الانتقال يختلف

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ  
کی طرف منتقل ہونا اور کپڑا بنانے کے لئے تانا لگانا  
اعمال اجنبی اور کثیر ہیں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف  
ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل  
جاتی ہے جیسا کہ پہلے گزرا کہ مجلس اور گھر، ہر ایسے  
کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جنہیں عرف میں  
ما قبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال  
کے ایسا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اگرچہ یہ  
مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقتاً تبدیلی  
آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

حقیقۃً بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمیؑ اور ان افعال جوا متقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے حکماً مختلف ہو جائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف حکماً ہو گا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہو گا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اس محذور کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لئے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجزئہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لئے کوئی عمل احتجاج نہیں، جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے، خصوصاً کذب و شتائے کوجہادت میں ملانا، تو اس کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا، اور جب مخالفات شرع سے پاک تو یہ نیت اظہار مراتب، جس طرح شیخ مجتہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے، نزول و صعود ایک وجہ موجود رکھتا ہے اس صورت میں اس پر تنکیر لازم نہیں، ہاں عوام سے اندیشہ اعتقاد و سنیت کے سبب علماء کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعز اللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لئے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں، اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبہن، پس اسی بالقبول حکم عجیب ثانی ہے ہذا ملاحظہ فرمائی (یہ مجھ پر واضح ہوا ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ از ذاک خانہ مہر گنج چوڑنگی ضلع بریلیال مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک فسرینی جو فوریدہ فوری میں رہائش پذیر ہیں ان کو دو درمیاں کہا جاتا ہے ان کے نزدیک بنگالہ بلکہ تمام ہندوستان میں جمعہ حرام ہے کیونکہ یہاں جو شہر ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے (وہاں حاکم احکام نافذ کرے اور حدود جاری کرے) کی تعریف پر پورے نہیں اترتے، حالانکہ ایک فرقہ اسمہ دو درمیاں متوطن فوریدہ فوری اند صلوۃ جمعہ را بملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چہ اینجا شہر لیست بمصدق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وینفذ الاحکام ولقیم الحمد و ایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تمہیل وغیر ذلک اخذ می کند و یک جماعت صلوۃ جمعہ را می خوانند و ایں دیار را